بسم الله الرحمن الرحيم

حقوق العباد

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ. اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا
الَّذِىْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ. سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ
الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اعتدال کی راہ:

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کا دوسرا نام ہے۔ چنانچہ دین پر عمل کرنے والے لوگوں کی زندگی ہمیشہ متوازن ہوتی ہے۔ افراط وتفریط سے ہٹ کر اعتدال کی راہ میں اللہ تعالیٰ نے خیر رکھی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا** میانہ روی بہترین حکمت عملی ہے۔

دو قسم کے حقوق:

انسان پر دو طرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا اور دوسرا اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا۔ جو شخص دونوں قسم کے حقوق ادا کرے وہی دوسروں کے لئے ماڈل ہوسکتا ہے۔ اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ نے اپنی زندگی میں دونوں قسم کے حقوق ادا کر کے دکھائے۔ چنانچہ آپ کی مسجد کی زندگی بھی دیکھ لیجئے اور آپ کے گھر کی معاشرت کو بھی دیکھ لیجئے۔ پورے پورے حقوق نبی اکرم ﷺ نے ادا فرمائے۔

وہ بھی مریض یہ بھی مریض:

آج کے دور میں دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ عبادت پر بہت توجہ دیتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ ہماری بات سے لوگوں کا دل جلتا ہے، ہمارے عمل سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، ہم بات کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں پر چھری پھیر رہے ہوتے ہیں، ہم دوسرے کو دکھ دے رہے ہوتے ہیں، ہم مسلمان بھائیوں کو دوسروں کے سامنے ذلیل کر رہے ہوتے ہیں۔ کئی ایسے ہیں کہ خوش اخلاقی کے تو بڑے نعرے لگاتے ہیں کہ آدمی کو ایسا اچھا کرنا چاہئے اور ایسا اچھا ہونا چاہئے مگر نماز کی فرصت نہیں، تلاوت کے لئے وقت نہیں، وہ بھی مریض اور یہ بھی مریض۔ ایک نے حقوق اللہ کا لحاظ نہ کیا تو دوسرے نے حقوق العباد کا لحاظ نہ کیا۔ یہ لوگ اگر اچھے ہوتے تو دونوں حقوق کا ایک وقت میں خیال کرتے۔ اس لئے اللہ رب العزت سے یہ دعا مانگنی چاہئے کہ وہ ہمیں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا کرنے کی توفیق نصیب فرما دے۔

روز محشر اللہ تعالیٰ کا اعلان:

عبداللہ بن انیسؓ فرماتے ہیں کہ روز محشر اللہ تعالیٰ پکار کر فرمائیں گے کہ میں منصف بادشاہ ہوں، کوئی جنتی جنت میں اور کوئی دوزخی دوزخ میں اس وقت تک نہیں جا سکتا جب تک کہ اہل حقوق کے حقوق ان کو نہ دلا دیئے جائیں۔

بنی اسرائیل کو تنبیہ:

بنی اسرائیل میں سات سال تک قحط رہا۔ حتیٰ کہ لوگوں نے مردار اور بچے بھی کھا لئے۔ پہاڑوں پر جاتے اور گڑگڑا کر التجا کرتے لیکن دعا قبول نہ ہوتی۔ آخر کار

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ انہیں کہہ دو کہ اگر وہ عبادت کرتے کرتے خشک کوڑے کی مانند ہو جائیں تو بھی میں ان کی دعا قبول نہ کروں گا جب تک کہ لوگوں کے حقوق واپس نہ کریں گے۔

دو انسانوں کا اختلاف:

معاشرے میں رہتے ہوئے انسانوں سے غلطی ہو سکتی ہے، باورچی خانے میں برتن دھوتے ہوئے برتن ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا بھی سکتے ہیں، دو آدمی بڑے تجربہ کار ڈرائیور ہیں پھر بھی ان دونوں کی گاڑیوں کا ایکسیڈنٹ ہو سکتا ہے۔تو اگر تجربہ کار اور ماہر ڈرائیور سے بھی ایکسیڈنٹ ممکن ہے تو دو اچھے انسانوں کا آپس میں اختلاف کرنا بھی ممکن ہے۔مگر ہونا یہ چاہئے کہ ایسی صورت حال میں عفو و درگزر کا معاملہ کیا جائے۔حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو آدمی دنیا میں دوسروں کی غلطیوں کو جلدی معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس انسان کی غلطیوں کو جلدی معاف فرما دیں گے۔

سینہ بے کینہ کا مطلب:

کوشش کیا کریں کہ دوسروں کی غلطیوں کو فوراً معاف کر دیا کریں۔ بات دل سے ہی نکال دیا کریں اس لئے کہ دل سے رنجش دور کر دینے سے انسان کے سینے میں کینہ نہیں رہتا۔ جو رنجشیں باقی رہ جاتی ہیں یہی تو کینہ بن جاتی ہیں۔ دین کی نظر میں کینہ بہت بری چیز ہے۔سینہ بے کینہ کا مطلب ایسا سینہ ہے جس میں کسی کے خلاف نفرت نہ ہو، کسی کے خلاف دل میں غضب و غیض نہ ہو۔مومنوں کے بارے میں دل میں کینہ نہیں رکھنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ سے سینہ بے کینہ مانگا کریں۔اگر کسی سے ایذا بھی پہنچے تو دل سے اس کو معاف کر دینا یہ خلق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی معاف

فرما دیا کرتے تھے۔ بلکہ امت کے اولیاءاللہ نے تو معافی کی ایسی ایسی مثالیں قائم کر دیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔

ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ:

ایک بزرگ حج کے سفر پر گئے۔ایک جگہ سے گزر رہے تھے۔ان کے ہاتھ میں ایک تھیلہ تھا۔اس میں ان کے پیسے تھے۔ایک چور ان کے ہاتھ سے وہ تھیلہ چھین کر بھاگ گیا۔کافی دور جا کر اس کی آنکھوں کی بینائی اچانک زائل ہوگئی۔اس چور نے رونا شروع کر دیا۔لوگوں نے پوچھا، بھائی کیا ہوا؟ کہنے لگا، میں نے ایک آدمی کا تھیلہ چھینا ہے، وہ کوئی بڑا مقرب بندہ لگتا ہے، بڑا اچھا بندہ لگتا ہے، میری آنکھوں کی بینائی زائل ہوگئی ہے، خدا کے لئے مجھے اس کے پاس پہنچاؤ تا کہ میں اس سے معافی مانگ سکوں۔لوگوں نے پوچھا، کہ یہ واقعہ کہاں پیش آیا؟ کہنے لگا کہ فلاں حجام کی دکان کے قریب پیش آیا۔لوگ اس کو اس دکان کے پاس لے کر آئے اور حجام سے پوچھا کہ بتاؤ کہ اس طرح کا آدمی یہاں سے گزرا ہے؟ آپ اسے جانتے ہو؟ اس نے کہا مجھے اس کے گھر کا تو پتہ نہیں البتہ نمازوں کے لئے وہ آتے جاتے ہیں، اگلی نماز کے لئے پھر آئیں گے۔ یہ لوگ انتظار میں بیٹھ گئے۔ وہ بزرگ اپنے وقت پر تشریف لے آئے۔لوگ اس چور کو اس کے پاس لے کر گئے تو اس چور نے جا کر ان کے ہاتھ پکڑے، پاؤں پکڑے کہ مجھ سے غلطی ہوئی، گناہ ہوا، میں نادم ہوں، شرمندہ ہوں، میری بینائی چھن گئی، آپ اپنے پیسے واپس لے لیجئے اور مجھے معاف کر دیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی کو ٹھیک کر دے۔ وہ بزرگ کہنے لگے کہ میں نے تو تجھے پہلے ہی معاف کر دیا ہے۔ یہ بات سن کر وہ چور بڑا حیران ہوا۔ کہنے لگا، حضرت! میں تو آپ کا تھیلہ چھین کر بھاگا اور آپ فرماتے ہیں کہ معافی مانگنے سے پہلے ہی آپ نے

مجھے معاف فرما دیا۔ وہ فرمانے لگے کہ ہاں میرے دل میں کوئی بات آ گئی تھی۔ فرمانے لگے کہ میں نے ایک حدیث پڑھی، جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، قیامت کے دن جب میری امت کا حساب پیش کیا جائے گا تو میں اس وقت تک میزان کے قریب موجود رہوں گا جب تک کہ میرے آخری امتی کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ اگر میں نے اس چور کو معاف نہ کیا تو قیامت کے دن یہ مقدمہ پیش ہوگا اور جتنی دیر میرے اس مقدمے کا فیصلہ ہونے میں لگے گی اللہ کے محبوب ﷺ کو اتنی دیر جنت سے باہر رہنا پڑے گا۔ میں نے معاف کر دیا کہ نہ تو مقدمہ پیش ہوگا نہ ہی میرے محبوب ﷺ کو جنت جانے میں دیر لگے گی۔ وہ جلدی جنت میں تشریف لے جائیں گے۔

شکریہ ادا کرنے کی اہمیت:

اگر کوئی بھلا کرے تو اس کا شکریہ ادا کیا کریں۔ آج کے دور میں معلوم نہیں ہم مسلمانوں کو کیا ہوا ہم کسی کا شکریہ تو ادا کرتے ہی نہیں الا ماشاء اللہ۔ حالانکہ ہمیں فرمایا گیا مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اپنے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ تو ہمیں تعلیم اتنی دی گئی تھی مگر ہم اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ حقوق العباد پر بھی پوری توجہ رکھی جائے تاکہ انسان ایک متوازن زندگی گزارنے والا بنے۔

غصہ پینے کی فضیلت:

اگر کبھی کسی سے تکلیف پہنچے تو یوں سمجھئے کہ اس نے کوتاہی کر لی، چلو میں معاف کرتا ہوں، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرما دیں گے۔ اگر کبھی کسی کی بات پر غصہ آئے تو غصے کے گھونٹ کو پی لیا کریں۔ یہ کڑوا گھونٹ ہوتا ہے مگر ایک

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس بندے نے اپنے غصے کے گھونٹ کو پیا، جب کہ وہ غصے کو پورا کرنے کی حالت میں تھا، یعنی اس کے پاس ایسے وسائل تھے کہ وہ چاہتا تو غصہ اتار سکتا تھا، اس کا بدلہ لے سکتا تھا، مگر اس نے اللہ کے لئے اس غصے کے گھونٹ کو پی لیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر ہر گھونٹ کے بدلے میں اس بندے کو اپنا مشاہدہ عطا فرمادیں گے۔ وہ پروردگار کے جلوے دیکھے گا۔ اب دیکھ لیجئے کہ کون سا سودا اچھا ہے۔ دنیا میں غصے کا اظہار کر دینا، یا اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کا دیدار کرنا۔

عقل کی زکوۃ:

مومن جب ان باتوں کو سامنے رکھتا ہے تو پھر اس کے اندر حلم پیدا ہو جاتا ہے۔ حلم کہتے ہیں دوسرا نادانی سے کوئی بات کر بھی لے تو بندہ اسے معاف کر دے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے تھے کہ نادانوں کی بات پر تحمل مزاجی انسان کی عقل کی زکوۃ ہوا کرتی ہے۔ لکھے پڑھے عقل مند لوگوں کو چاہئے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے اوپر دلوں میں روگ نہ پال لیا کریں۔ دوسرے کی غلطی کو معاف کر دینا اور تکلیف برداشت کر لینا انسان کی عقل کی زکوۃ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عقل مند بنایا ہے تو عقل کی زکوۃ بھی تو دیا کرو۔ مگر آج دیکھا گیا ہے کہ آدمی خود تو چاہتا ہے کہ میرے بڑے بڑے قصوروں کو معاف کر دیا جائے مگر دوسرں کی چھوٹی غلطی کو بھی معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

انسانوں کی دو قسمیں:

انسان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ کچھ شہد کی مکھی کی مانند ہوتے ہیں اور کچھ گندی مکھی کی مانند۔ شہد کی مکھی تو شہد بناتی ہے مگر گندی مکھی نجاست کے اوپر بیٹھی ہوتی ہے۔ ان دونوں کے اندر ایک بنیادی فرق ہے۔ گندی مکھی کے دماغ میں نجاست کی بو ہوتی ہے

یہ گندی چیزوں کی تلاش میں ہوتی ہے جہاں گندگی دیکھے گی وہیں بیٹھے گی، جسم پر بھی بیٹھی تو جہاں پر زخم ہوگا، پیپ ہوگی یہ وہاں بیٹھے گی۔ لہذا گندی مکھی کی سوچ گندی، اس کی تلاش گندگی، اس کی پسند گندی، وہ ہر وقت گندی چیزوں کے ہی ارد گرد گھومتی پھرتی ہے، وہیں اس کا ڈیرہ اور بسیرا ہوتا ہے جب کہ شہد کی مکھی کے دماغ میں خوشبو رچی ہوتی ہے۔ وہ ڈھونڈتی ہے تو پھول کو، وہ بیٹھتی ہے تو پھلوں پر، وہ اگر چوستی ہے تو پھلوں کے جوس کو، شہد کی مکھی چمن کو ڈھونڈے گی، گلستان کو ڈھونڈے گی، پھول اور پھلوں کو ڈھونڈے گی۔ اس کی سوچ اچھی ہوتی ہے اور یہ ہر وقت اچھی اور خوشبودار چیزوں کی تلاش میں رہتی ہے۔

اس مثال کو سامنے رکھ کر سوچیں تو انسانوں کی بھی دو قسمیں ہوتی ہے۔ کچھ لوگ شہد کی مکھی کی مانند ہوتے ہیں ان کے اپنے اندر بھی خیر ہوتی ہے اور وہ دوسرے کے اندر بھی خیر کو تلاش کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کو خیر کی طرف بلاتے ہیں۔ وہ دوسروں پر نظر ڈالتے ہیں تو انہیں دوسروں میں خیر نظر آتی ہے۔ ان کی نظر میں دنیا کے سب لوگ اچھے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے اپنے اندر اچھائی ہوتی ہے۔ اور کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی اپنی سوچ گندی ہوتی ہے ان کے اپنے اندر خباثت بھری ہوتی ہے۔ وہ وہاں بیٹھتے ہیں جہاں انہیں برے لوگوں کی محفل نظر آئے۔ وہ ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جو برے ہوتے ہیں، وہ ایسے لوگوں سے اپنا آنا جانا رکھتے ہیں جن میں برائی غالب ہوتی ہے، وہ اگر کسی بندے پر نظر ڈالیں گے تو ان کی نگاہ برائیاں ڈھونڈے گی، ان کو بندے کی اچھائیاں نظر نہیں آتیں، ان کو بندے کی برائیاں نظر آتی ہیں، اسی لئے وہ کہیں گے کہ آج تو کوئی بھی اچھا نہیں ہے، نہ وہ علماء سے راضی ہوں گے، نہ وہ پیروں سے راضی ہوں گے، نہ وہ حکام سے راضی ہوں گے، نہ ماں

باپ سے راضی ہوں گے، دنیا میں وہ کسی سے راضی ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ کئی تو ایسے منحوس ہوتے ہیں جو اپنے پروردگار پر بھی اعتراض کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں نہیں سنیں اور ہماری دعائیں قبول نہیں کیں، ایسا بندہ گندی مکھی کی مانند ہے۔ یہ جہاں بیٹھے گا بری باتیں کرے گا، جب بھی سنے گا بری باتیں سنے گا، جہاں اس کی نگاہ پڑے گی یہ برائی کی طرف توجہ کرے گا۔ لہٰذا اس کے دماغ میں ہر وقت برائی پھیلی رہے گی۔ اللہ رب العزت سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہمیں شہد کی مکھی کی مانند اچھا انسان بنادے تاکہ ہم اچھائی کی تلاش میں رہیں۔

کمینے آدمی کی مثال:

کمینے آدمی سے کبھی دوستی نہیں کرنی چاہئے کہ اس کی مثال کوئلہ کی مانند ہوتی ہے۔ کوئلہ اگر ٹھنڈا ہو تو ہاتھوں کو کالا کرتا ہے اور اگر گرم ہو تو ہاتھوں کو جلا دیتا ہے، نہ ٹھنڈا اچھا نہ گرم اچھا۔ اسی طرح کمینے آدمی کی دوستی بھی بری اور کمینے آدمی کی دشمنی بھی بری۔ ایسے انسان سے ہمیشہ اپنے آپ کو دور رکھنے کی ضرورت ہے۔ اچھے لوگوں سے دوستی کرنی چاہئے، اچھے لوگوں سے تعلقات رکھنے چاہئیں۔ اگر معاشرے میں رہنا ہے تو انسان دوسروں کا ادب واحترام بھی سیکھے، انسان دوسروں کے ساتھ اچھے تعلقات بنا کر رکھے۔ دیکھیں دیوار کا ہر پتھر اپنی قیمت رکھتا ہے اگرچہ وہ کتنا چھوٹا کیوں نہ ہو اسی طرح گھر کا ہر فرد اپنی ایک حیثیت اور قیمت رکھتا ہے۔ وہ چاہے بڑا ہو یا چاہے چھوٹا ہو۔ تو ہمیں دوسروں کی بھی قدر کرنی چاہئے اور ان کی قدر و قیمت کا احساس رکھنا چاہئے۔

میاں سے بیوی کے شکوے:

عام طور پر دیکھا میاں بیوی زندگی گزار رہے ہیں تو بیوی اپنے خاوند سے بیزار

نظر آئے گی کہے گی ، میں نے تیرے گھر میں آ کے دیکھا ہی کیا ہے۔ میں تو ڈولے میں آئی تھی اور کھٹولے کے ذریعے تیرے گھر سے قبرستان چلی جاؤں گی اور تیرے گھر میں رہتے ہوئے مجھے مصیبتیں ہی دیکھنی تھیں، مجھے تم نے کیا دیا، اگر کچھ کرتے بھی ہو تو اپنے بچوں کے لئے کرتے ہو، میرے لئے کیا کرتے ہو؟ اب یہ بیچاری ہر وقت اپنے خاوند سے شکوہ کرتی رہے گی۔ اسے خاوند میں کوئی اچھائی نظر نہیں آئے گی۔

مگرمچھ کے آنسو:

کسی دن اس کو خبر مل جائے کہ ایکسیڈنٹ سے خاوند کی وفات ہوگئی، اب وہی بیٹھی رو رہی ہوگی۔ دوسری عورتیں روئیں گی چند مہینے اور یہ روئے گی کئی سال۔ پانچ سال گزرنے کے باوجود بھی یاد کر کے بیٹھی ہوگی کہ میرا خاوند تو بڑا اچھا تھا۔ خدا کی بندی! اپنے خاوند کو جیتے جاگتے زندگی میں کیوں نہ بتایا کہ تم اچھے بندے ہو، آج مرنے کے پانچ سال بعد کیوں رو رہی ہو، مگرمچھ کے آنسو کیوں بہا رہی ہو؟ کاش! اس کی قدر و قیمت کا احساس تمہیں اس کی زندگی میں ہو جاتا۔ تیری اپنی زندگی بھی جنت بنتی اور تیرے خاوند کی زندگی بھی جنت بنتی۔

انسان کی قدر:

مگر ہم جیتے بندے کی قدر نہیں کرتے، مرنے کے بعد قدر آتی ہے۔ پنجابی میں کہتے ہیں کہ بندے کی قدر آتی ہے ''مرگیاں یا ٹرگیاں'' جو آدمی چلا جائے، جدا ہو جائے تب اس کی قدر آتی ہے، یا آدمی اگر فوت ہو جائے تب اس کی قدر آتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم جیتے جاگتے بندوں کی قدر کرنا سیکھیں۔ اپنے گرد گھر میں جتنے لوگ ہیں ان میں خیر ہے، ان میں نیکی ہے، ہم ان کی قدر اپنے دل میں پیدا کریں۔

ایسا نہ ہو کہ ہم ناقدری کرنے والے بن جائیں۔

ایک عجیب واقعہ:

مولانا رومؒ نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک عطار نے ایک طوطی پالی ہوئی تھی۔ اس کی دکان پر جب گاہک آتے تو اس کی طوطی سلام کرتی، جیسے مینا سلام کرتی ہے اور آنے والے سے پوچھتی کہ تیرا کیا حال ہے؟ چنانچہ لوگ دور دور سے آتے کہ ہم نے عطر تو لینا ہی ہے لہٰذا کسی اور سے لینے کی بجائے فلاں دکان پر چلتے ہیں، تھوڑی دیر طوطی سے بھی باتیں کریں گے، لطف اندوز بھی ہوں اور خوشبو بھی خرید کر لائیں گے۔ چنانچہ اس عطار کی دکان پر گاہکوں کارش زیادہ ہونے لگ گیا۔ لوگ اس کے پاس دور دور سے آتے، کئی دفعہ بچے ماں باپ کو ضد کر کے کہتے کہ وہاں چلو۔ چنانچہ وہ بچوں کو لے کر وہاں آتے۔ یوں عطار کا کام خوب چل رہا تھا۔

ایک دن اس عطار نے اپنی دکان تو بند کر دی مگر اس طوطی کو پنجرے میں بند کرنا بھول گیا۔ رات کو طوطی بیٹھی ہوئی تھی۔ کہیں سے اس نے بلی کی آواز سنی۔ جب میاؤں کی آواز سنی تو اس طوطی پر خوف طاری ہوا۔ وہ پھڑ پھڑائی اور کبھی ادھر گری کبھی ادھر۔ ہر طرف شیشے کی چیزیں اور شیشے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ شیشیاں ایک دوسرے پر گریں تو ٹوٹ گئیں۔ شور پیدا ہونے سے طوطی اور گھبرائی۔ اڑی تو ادھر ادھر ٹکرائی جس سے مزید شیشیاں گریں۔ چنانچہ کافی زیادہ نقصان ہوا۔ صبح کے وقت جب عطار نے آ کر دیکھا کہ اس کی دکان کا بہت سا مال ضائع ہو گیا تو اس کو بڑا افسوس ہوا۔ اس نے طوطی کو پکڑ کر اس کے سر کے اوپر اتنے جوتے مارے کہ اس کے سر کے کچھ بال اتر کر نیچے گر گئے اور وہ گنجی ہو گئی۔

اب جب طوطی کو محسوس ہوا کہ اس نے تو مجھے بہت مارا ہے تو طوطی چپ ہو گئی۔

عطار نے حسب معمول اپنا کام شروع کر دیا۔لیکن اب ایک فرق تھا کہ جب کوئی گاہک آتا تو عطار چاہتا کہ یہ طوطی گفتگو کرے۔مگر طوطی گفتگو نہ کرتی، بڑا زور لگایا اور بڑی کوشش کی کہ کسی طرح یہ طوطی باتیں کرے تاکہ لوگ آئیں اور یہ ان کا دل لبھائے مگر طوطی کلام ہی نہیں کرتی تھی۔ جب کلام ہی نہ کیا تو کچھ مہینوں کے بعد لوگوں نے آنا چھوڑ دیا۔آہستہ آہستہ گاہک کم ہو گئے۔حتیٰ کہ کاروبار بالکل ٹھپ ہو گیا۔اب اس کو احساس ہو کہ اوہو مجھے تو اس کی قدر نہ تھی، میں نے تو ذرا سی بات پر اس کو مارا حتیٰ کہ اس کے سر کے بال بھی اکھڑ گئے، یہ گنجی ہو گئی، اس نے بولنا چھوڑ دیا، میرا تو کاروبار ٹھپ ہو گیا۔اب عطار نفل پڑھتا اور دعائیں مانگتا کہ اے اللہ! طوطی کو بلا دے، طوطی کو بلا دے۔مگر طوطی تو بولتی نہیں تھی۔اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

اس مثال کو اپنی زندگی میں دیکھیے، کہیں خاوند اپنے بیویوں کو تنگ کرتے پھرتے ہیں۔جب وہ ذرا ناراض ہوتی ہیں تو دل کو کچھ ہوتا ہے۔اللہ کرے کہ بول پڑے۔کئی عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کو ناراض کرتی ہیں۔ جب وہ بولنا بند کر دیتا ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں، تعویذ لیتی پھرتی ہیں، حضرت! تعویذ دیں ہمارا خاوند ہمارے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔ بھائی اس طوطی کی پہلے قدر کیوں نہ کی؟ خیر یہ تو درمیان میں بات آ گئی۔تو مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی بڑی دعائیں مانگتا مگر طوطی بات ہی نہ کرتی۔اسی طرح وقت گزرتا رہا تاہم اس نے سبق سیکھا کہ مجھے اس طوطی کی پہلے ہی قدر کرنی چاہئے تھی۔ میں نے اس کی ناقدری کی اور اس وجہ سے آج میرا کاروبار ٹھپ ہو گیا۔

ایک دن ایک فقیر آیا جس کے سر پر بال نہ تھے۔طوطی نے اس فقیر کو دیکھا تو فوراً

بول اٹھی۔ کہنے لگی، کیا آپ نے بھی اپنے مالک کے شیشوں کو توڑا تھا؟ تو وہ طوطی اپنے ہی پر قیاس کرنے لگی کہ میں نے چونکہ اپنے مالک کے شیشوں کو توڑا اور مجھے گنجا بنا دیا گیا تو یہ جو سامنے گنجا فقیر ہے شاید اس نے بھی اپنے مالک کے شیشوں کو توڑا ہو گا۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ اس سے ایک سبق اور ملا کہ ہر آدمی دوسرے کو اپنے پر قیاس کرتا ہے۔ جو اپنے دل میں بات ہوتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ شاید کہ دوسرے کے دل میں بھی یہی بات ہے اور اکثر آپ دیکھیں گے کہ یہی چیز جھگڑوں کا باعث بن جاتی ہے۔

غلط فہمی کا نقصان:

بعض اوقات انسان بات کچھ کر رہا ہوتا ہے اور دوسرے کے دماغ میں کچھ اور ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اس کا مفہوم کچھ اور سمجھ لیتا ہے۔ پھر غلط فہمی کی وجہ سے آپس میں جھگڑے ہو جاتے ہیں۔ حقوق العباد کے معاملے میں ہمیشہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ کبھی بھی شریعت کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہو ایسا نہ ہو کہ انسان دوسرے کی ناقدری کر بیٹھے یا انسان غلط فہمی کی وجہ سے کسی کے حقوق کا خیال نہ رکھے۔ اگر ہم آج حقوق کا خیال نہیں رکھیں گے تو کل قیامت کے دن ہمیں اس کا جواب دینا پڑے گا۔

پہلوان کون ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، تم جانتے ہو کہ پہلوان کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، جو لوگوں کو کشتی میں گرا دے۔ فرمایا، نہیں۔ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ ہی بتا دیجئے۔ فرمایا، پہلوان تو وہ ہے کہ جس کو غصہ آئے اور وہ اس غصے کو پی جائے۔

بانجھ عورت کون ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جانتے ہو کہ بانجھ عورت کون ہے؟ عرض کیا کہ، جس کا کوئی بیٹا بیٹی نہ ہو۔فرمایا،نہیں۔عرض کیا،اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ ہی بتا دیجئے کہ بانجھ عورت کون ہے؟ فرمایا، جس عورت کا کوئی بیٹا یا بیٹی بچپن کی حالت میں فوت نہ ہوا ہو وہ بانجھ عورت ہے۔کیونکہ کل قیامت کے دن یہ معصوم بچے ماں باپ کی شفاعت کریں گے اور اس کی تو کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا لہذا یہ بانجھ عورت ہے۔یہ گویا تسلی کے لئے بات کر دی کہ جس عورت کا چھوٹا بچہ فوت ہو دکھ تو اس کو بھی ہوتا ہے۔مگر اس کو تسلی ہو جاتی ہے کہ چلو میں اس بچے کی لڑکپن یا جوانی نہیں دیکھ سکی لیکن قیامت کے دن یہ میری شفاعت تو کرے گا۔

غریب کون ہے؟

پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بتاؤ کہ غریب کون ہے؟ صحابہؓ نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! جس کے پاس مال نہ ہو۔فرمایا،نہیں۔عرض کیا،اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ بتا دیجئے۔فرمایا،غریب وہ ہے جس نے دنیا میں نیکیاں تو بہت زیادہ کی ہوں مگر کسی کو برا کہا ہو، کسی کو ذلیل کہا، کسی کو کمینہ کہا، کسی کا حق پامال کیا۔قیامت کے دن وہ ایسے حال میں کھڑا ہوگا کہ حق والے اس سے حق مانگیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے حق کے بدلے اس کی نیکیاں دلواتے رہیں گے، دلواتے رہیں گے، حتیٰ کہ نیکیاں ختم ہو جائیں گی لیکن حق لینے والے ابھی بھی کھڑے ہوں گے۔وہ کہیں گے کہ ہمیں بھی حق دلوائیں۔اللہ تعالیٰ ان حق والوں کے گناہوں کو لے کر اس بندے کے سر پر ڈالنا شروع کر دیں گے حتیٰ کہ گناہوں کا پہاڑ اس کے سر پر ہوگا۔فرمایا، غریب تو وہ

ہے کہ جس نے نیکیاں تو بہت کمائیں مگر حقوق العباد کا خیال نہ کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن نیکیاں دینی پڑ گئیں اور لوگوں کے گناہ اپنے سر پر لینے پڑ گئے۔ فرمایا حقیقت میں تو غریب یہ انسان ہے۔

زبان کی بے احتیاطی:

محترم جماعت! آج کسی کو الٹی سیدھی بات کہہ دینا آسان ہے مگر کل قیامت کے دن اس کا جواب دینا مشکل کام ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اتنے جلال میں ہوں گے کہ اللہ کے انبیاءؑ بھی تھر کتے ہوں گے، اس دن نفسانفسی کا عالم ہوگا، تو ایسے وقت میں اگر ہم سے پوچھ لیا گیا کہ بتاؤ کہ تم نے فلاں کو کمینہ کیوں کہا تھا؟ فلاں کو ذلیل کیوں کہا تھا؟ فلاں کو تم نے بے ایمان کیوں کہا تھا؟ تو سوچئے تو سہی کہ اللہ رب العزت کی عدالت میں ہمیں ان باتوں کی صفائی دینی کتنی مشکل ہوگی؟ آج زبان سے یہ الفاظ نکالنے آسان ہیں مگر کل ان کا جواب دینا بڑا مشکل کام ہے۔

موت کے بعد انسان کے پانچ حصے:

علما نے لکھا ہے کہ موت کے بعد انسان کے پانچ حصے بن جاتے ہیں، ایک تو روح جس کو ملک الموت لے کر چلا جاتا ہے، دوسرا انسان کا جسم کہ اسے کیڑے کھا جاتے ہیں، تیسرے اس کا مال کہ یہ اس کے وارث لے جاتے ہیں، چوتھا اس کی ہڈیاں کہ جن کو مٹی کھا جاتی ہے اور پانچواں اس کی نیکیاں کہ جن کو اس کے حق دار لے جاتے ہیں۔ لہذا حسرت ہے اس انسان پر کہ قیامت کے دن نیکیوں کے انبار لائے گا مگر اپنی بد احتیاطیوں کی وجہ سے نیکیاں دے بیٹھے گا اور گناہوں کے پہاڑ سر پر لینے پڑ جائیں گے۔

حسد کا وبال:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اَلْحَسَدُ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اسی طرح حسد انسان کی نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ یعنی جو نیکیاں ہم کر چکے ہوتے ہیں، اگر ہم کسی کے ساتھ حسد کریں گے تو اس کی وجہ سے ہماری کی ہوئی نیکیاں ایسے ضائع ہوں گی جس طرح کہ آگ لکڑیوں کو کھا جایا کرتی ہے۔

غیبت کا وبال:

اسی طرح جب کوئی انسان کسی کی غیبت کرتا ہے تو جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کے گناہ دھل رہے ہوتے ہیں اور اس کے سر پر وہ گناہ چڑھ رہے ہوتے ہیں۔ تو ہم حقیقت میں اپنے کسی مخالف کی غیبت کر کے اس کو اپنی نیکیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے غیبت بہت خطرناک ہوتی ہے۔

خیر خواہی......ایک پسندیدہ صفت:

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں کچھ چیونٹیاں چل رہی تھیں۔ ان میں سے ایک چیونٹی نے دوسروں سے کہا یَا اَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسَاکِنَکُمْ کہ اے چیونٹیو! تم اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں حضرت سلیمانؑ کا لشکر اپنی بے خیالی میں تمہیں روندتا ہوا نہ گزر جائے۔ چنانچہ یہ بات اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا تذکرہ اپنے قرآن میں بھی کیا اور چیونٹی کے نام پر ایک سورت کا نام ''النمل'' رکھا۔ اے میرے پروردگار! اگر ایک چیونٹی دوسری چیونٹیوں کی خیر خواہی کرتی ہے تو آپ اتنا خوش ہوتے ہیں کہ

اس واقعہ کو اپنے کلام کا حصہ بنا لیتے ہیں تو اگر کوئی انسان دوسرے انسان کی خیر خواہی کرے گا تو رب کریم آپ اس سے کس قدر راضی ہوں گے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کریں۔

مسلمانوں کے تین حقوق:

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر تین حقوق ہیں۔ پہلا حق یہ ہے کہ فائدہ نہ دے سکو تو نقصان نہ دو، اور دوسری بات کہی کہ اگر کسی مسلمان کو خوشی نہ دے سکو تو اس کو رنج بھی نہ دیا کرو۔ اول تو ہمیں چاہئے کہ ہم دوسروں کو خوشیاں تقسیم کریں، خوشیاں بانٹنے والے ہوں اور اگر خوشیاں بانٹنا ہماری قسمت میں نہیں تو کم از کم ہم دوسروں کو رنج تو نہ پہنچایا کریں۔ آج کل حالت یہی ہے کہ خوشی تو ہم نے کیا دینی ہم تو دوسروں کو رنج ہی پہنچا رہے ہوتے ہیں، کسی نہ کسی کو زبان سے کڑوی بات کرتے رہتے ہیں۔ تیسری بات کہ اگر تم اس کی تعریف نہ کر سکو تو پھر اس کی بدتعریفی بھی نہ کیا کرو۔ یہ مسلمان کا حق ہے۔ حق تو یہ بنتا ہے کہ ہم دوسروں کی تعریفیں کرتے رہا کریں اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے کہ یہ میرے محبوب ﷺ کا امتی ہے، یہ میرے مالک کا بندہ ہے۔ ہم اس بات کو سوچ کر ان کی تعریفیں کرتے رہا کریں اور اگر زبان سے تعریف نہیں بھی نکلے تو کم از کم کسی کی غیبت تو نہ کیا کریں۔

دل جلانے کی باتیں:

آج کل عورتیں اکثر یہ کہتی ہیں میں نے ایسی بات کی کہ اب تو فلاں عورت جلتی رہے گی۔ یہ جلانے والا لفظ آج کل گفتگو میں عام ہوتا جا رہا ہے۔ اے بہن! تو اسے نہیں جلا رہی ہوتی بلکہ اس بات کرنے کی وجہ سے تو خود جہنم کی آگ میں اپنے جلنے کا

بندوبست کررہی ہوتی ہے۔قرآن پاک میں آتا ہے کہ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ بربادی ہے ہر عیب جو کے لئے اور عیب گو کے لئے ۔ یہ دو علیحدہ علیحدہ خامیاں ہیں ۔ عیب کی تلاش کرنے والے کو''عیب جو'' کہتے ہیں اور جب عیب کا پتہ چل جائے تو لوگوں میں باتیں کرنے والے کو''عیب گو'' کہتے ہیں ۔عیب جوئی بھی گناہ ہے،عیب گوئی بھی گناہ ۔ پروردگار عالم نے اس جگہ دونوں کے بارے میں فرمایا کہ اس کے لئے بربادی ہے جولوگوں کے عیبوں کوتلاش کرتا پھرے ، یالوگوں کے عیبوں کوآگے بتاتا پھرے ۔ چونکہ لوگوں کی غلطیوں اور خامیوں کوڈھونڈنے اور آگے پہنچانے سے لوگوں کے دلوں کوتکلیف ہوتی ہے ۔لہٰذا اللہ رب العزت نے فرمایا، ایسا بندہ جوعیب جو اور عیب گو ہوگا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کوحکم دیں گے کہ اس کو جہنم کے اندر آگے کے بنے ہوئے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا جائے تاکہ یہ ہل نہ سکے اور پھر جہنم کی آگ کوحکم ہوگا کہ اس کی شعاعیں اس کی طرف بڑھیں ۔اس کی لپٹیں اس کی طرف بڑھیں گی اور وہ اس کے دل کوجلائیں گی ۔فرمایا نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ جہنم کی آگ اس بندے کے دل کوجلائے گی جس طرح ویلڈنگ کی آگ ہوتی ہے کہ اس کو اگر لوہے کے اوپر کہیں رکھ دیں تو اس جگہ کوجلا کے سوراخ کر دیتی ہے بالکل اسی طرح جہنم کی خاص آگ ہوتی ہے جو اس عام آگ سے بھی زیادہ گرم ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس آگ سے جہنمی کے دل کوجلائیں گے اور کہا جائے گا کہ اے میری بندی! تو دنیا میں اپنے منہ سے ایسی باتیں نکالتی تھی ۔کہتی تھی کہ میں نے فلاں عورت کوجلایا ہے، میں نے فلاں کوخوب سڑایا ہے، میں نے ایسی بات کی کہ وہ سڑتی رہے گی ۔آج دیکھ اس کا اجر، آج دیکھ اس کا حشر، تیرے دل کے اوپر جہنم کی آگ کا قبضہ ہے ۔آج یہ تجھ پر مسلط ہے ، یہ تیرے دل کوجلائے گی تو نے

لوگوں کے دلوں کو جلایا، اللہ رب العزت کل جہنم کے اندر تیرے دل کو جلائیں گے۔ اب سودا تو خود ہم دیکھیں کہ کون سا اچھا ہے۔ یا تو دنیا میں دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمیں معاف کردے، یا پھر دنیا میں لوگوں کو جلاتے پھریں۔ کل قیامت کے دن ہمارا جسم تو جل ہی رہا ہوگا پھر دل بھی جلے گا اور وہاں پر کوئی فریاد سننے والا بھی نہیں ہوگا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اب پچھتائے کیا ہوت:

سوچئے تو سہی جب وہاں ستون کے ساتھ رسیوں اور زنجیروں سے بندھے ہوئے ہوں گے اور دل جل رہا ہوگا پھر یہ عورت چیخے گی، چلائے گی مگر اس کے رونے کا فائدہ نہیں ہوگا۔ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ ان گناہوں کی معافی زندگی میں مانگنے کی ضرورت تھی، جب زندگی میں نہ مانگی تو قیامت کے دن رونے کا کیا فائدہ۔ جہنمی روتے رہیں گے، پروردگار کو ترس نہیں آئے گا۔

دنیا کی شرمندگی آسان ہے:

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم جیتے جاگتے اپنے جھگڑوں کو سمیٹ لیا کریں۔ دنیا میں معافی مانگنی آسان ہے، دنیا میں دو آنسو بہا لینے آسان ہیں، کسی کے پاؤں پکڑ لینے آسان ہیں، کسی سے معافی مانگنے کے لئے دو باتیں کہہ لینی آسان ہیں، کسی ایک بندے کے سامنے شرمندگی برداشت کر لینا آسان ہے، لیکن اگر ہم نے ان جھگڑوں کو نہ سمٹایا اور اسی طرح ان کو لے کر قبر میں چلے گئے تو آگے پھر معاملہ مشکل ہوگا۔

قیامت کی عدالت میں یہ مقدمے کھولے جائیں گے، وہاں کوئی ایک دیکھنے والا نہیں ہوگا بلکہ ساری انسانیت دیکھے گی۔ انبیاءؑ بھی دیکھیں گے، اولیاء بھی دیکھیں گے، عوام الناس بھی دیکھیں گے، پروردگار بھی دیکھیں گے۔ جب سب کے سامنے کچا چٹھا کھلے گا تو پھر سوچیے کہ اس وقت ہمیں کتنی ندامت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ دے ہم اپنی زندگی میں اس قسم کے معاملات کو خود سمیٹ لیں۔

خیر خواہی کا فائدہ:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو آدمی دوسروں کی خیر خواہی کرے گا اللہ رب العزت اس کی خیر خواہی فرمائیں گے۔ مثلاً ایک آدمی دوسروں کی خدمت میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے کاموں کو سنوارنے میں لگے رہتے ہیں۔ یہ انسان دوسروں کی مدد کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرما رہے ہیں۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا وَ اَمَّا مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ جو شخص دوسرے انسانوں کی نفع رسانی کے لئے زندگی گزارتے ہیں ان کو نفع پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں جما دیتے ہیں۔ جو خیر خواہ لوگ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبولیت دیتے ہیں۔

اللہ والوں سے پیار کا معاملہ:

کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ والوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، ان کے دلوں میں اللہ کی محبت ایسی ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق سے محبت کرتے ہیں اور پھر مخلوق ان کے اوپر قربان ہوئی جاتی ہے۔ جس طرح کسی شمع کے اوپر پروانے جان فدا کرنے کو تیار ہوتے ہیں اسی طرح اللہ والوں پر سالکین اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ یہ اللہ رب العزت پر قربان، مخلوق خدا ان پر قربان، یہ اللہ سے محبت کرتے ہیں لوگ

ان سے محبت کرتے ہیں، یہ اللہ کے چاہنے والے بنتے ہیں اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کا چاہنے والا بنا دیتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں لوگ ان کی خدمت کے لئے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ وہ مقام عطا فرما دیتے ہیں کہ وہ لوگوں کی خیر خواہی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پھر ان کی خیر خواہی کروا دیتے ہیں۔ اس لئے کئی ایسے بھی لوگ ہوئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ محبوب العالم بنا دیتا ہے، جہاں جاتے ہیں محبتیں ملتی ہیں، الفتیں ملتی ہیں، جہاں جاتے ہیں ان کو قدرت کی طرف سے لوگوں کے دلوں کا پیار ملتا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ ان کے دل میں اللہ کی محبت اس طرح رچ بس جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں اس کا پیار رکھ دیتے ہیں۔

دلیل:

اس کی دلیل حدیث پاک میں ہے کہ جب بندہ نوافل کے ذریعے اپنے اللہ کا برگزیدہ بندہ بن جاتا ہے **يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ عَبْدِیْ بِالنَّوَافِلِ** میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا اتنا قرب پالیتا ہے **حَتّٰی اُحِبُّهٗ** حتی کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو دع جبریل اللہ تعالیٰ جبریل کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں جبریل! میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔ جبریل آسمان پر فرشتوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اے فرشتو! اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں لہذا سارے فرشتے اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر جبریل زمین پر آتے ہیں اور ایک جگہ کھڑے ہو کر زمین میں اعلان کرتے ہیں اے لوگو! اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں **ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقُبُوْلُ فِي الْاَرْضِ** یہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ

اللہ تعالیٰ اس بندے کے لئے دنیا میں قبولیت رکھ دیتے ہیں۔

وہ جہاں جاتا ہے مقبول بنتا ہے، وہ جہاں جاتا ہے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں، پیار کرتے ہیں، وہ دشمنوں میں چلا جائے تو وہ دوست بن جائیں، وہ غیروں میں چلا جائے لوگ اپنے بن جائیں، وہ جنگل میں چلا جائے وہاں منگل کا سماں بن جائے، سبحان اللہ جس کے دل میں اللہ کی محبت ہوتی ہے اللہ رب العزت اس کو زندگی میں بھی یوں محبتیں عطا فرما دیتے ہیں۔

محبت الٰہی میں کمی کا وبال:

آج چونکہ دلوں میں محبت الٰہی کی کمی ہے اس لئے آج کا ایک عام انسان یوں سمجھتا ہے کہ فلاں مجھ سے نفرت کرتا ہے، بہو سمجھتی ہے کہ ساس مجھ سے نفرت کرتی ہے، ساس سمجھتی ہے کہ بہو مجھ سے نفرت کرتی ہے، لڑکی سمجھتی ہے کہ فلاں میری کزن مجھ سے نفرت کرتی ہے، فلاں میری نند مجھ سے نفرت کرتی ہے، فلاں میری خالہ زاد میرے اوپر عمل کرتی پھرتی ہے، یہ سب اسی قسم کی باتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے دل میں محبت الٰہی کی کمی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے اندر یہ خیال ہوتا ہے کہ لوگ مجھے اچھا نہیں سمجھتے، لوگ میری غیبت کرتے ہوں گے، فلاں نے فلاں کو بگاڑا ہوگا، فلاں میرا برا چاہنے والا ہے، اس کو سب برائی چاہنے والے نظر آتے ہیں۔ کاش! ہم اپنی سوچ کو بدل لیتے، اپنے دل میں اللہ رب العزت کی محبت کو بھر لیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ مخلوق کے دل میں ہماری محبتوں کو بھر دیتے اور زندگی کتنی اچھی گزرتی۔

ے فرصت زندگی کم ہے محبتوں کے لئے
لاتے ہیں کہاں سے وقت لوگ نفرتوں کے لئے

نفرت ہوتو کفار سے:

معلوم نہیں کہ لوگ اس مختصر سی زندگی میں نفرت کے لئے کہاں سے وقت نکال لیتے ہیں۔فلاں سے نفرت،فلاں سے نفرت،فلاں سے نفرت۔نہیں خدا کے بندے اگر نفرت ہوتو کفار سے ہو،نفرت ہوتو اللہ کے دشمنوں سے ہو۔لیکن جو ایمان والے ہیں،جو کلمہ گو ہیں ان کے ساتھ محبت ہونی چاہئے۔اللہ رب العزت ہمیں اپنی بھی محبت نصیب فرمادے اور اپنی زندگی میں دوسروں کی خیر خواہی کرنے کی رب کریم توفیق نصیب فرمادے اور جو ہم اب تک گناہ کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ موت سے پہلے پہلے ان کی معافی مانگنے کی توفیق نصیب فرمادے۔

دل کی پکار:

آج کی عورتیں اکثر کہتی ہیں کہ جی کیا کریں ہمارے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ تو ہماری سنتا ہی نہیں۔میری بہن! اللہ تعالیٰ سنتے تو سب کی ہیں مگر بات یہ ہے کہ اللہ تو دل کی پکار سنتے ہیں۔تو زبان سے پکارتی پھرتی ہے۔اس لئے تیری پکار وہاں پہنچتی نہیں۔اگر تیرا دل کلام کرتا تو رب تو دل کی باتیں سنتے ہیں۔تیرا دل خاموش،تیرا دل پتھر،تیرا دل سیاہ،پھر تیری زبان سے نکلی ہوئی باتیں وہاں تک کیسے پہنچیں گی۔یاد رکھیں کہ پروردگار سب کی سنتے ہیں مگر لوگوں کے دل گونگے ہوتے ہیں،ان کے دل باتیں نہیں کرتے،اگر تیرا دل گونگا نہ ہوتا،تیرا دل اللہ سے باتیں کرتا تو تجھے کبھی شکوہ نہ ہوتا کہ پروردگار تو میری سنتے نہیں۔وہ جن کے دل اپنے اللہ سے باتیں کرتے ہیں ،اپنے اللہ کی یاد میں رہتے ہیں،ان کو ان شکوؤں کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی،ان کے دل سے دعائیں نکلتی ہیں،پھر پروردگار قبول کر لیتے ہیں۔تو رب کا شکوہ کیوں کرتی

ہے، اپنے دل کے گونگے ہونے کا شکوہ کیوں نہیں کرتی ؟ یہ پتھر بن گیا، بے جان بن گیا، آج اس کے اندر وہ کیفیت نہیں جو ہونی چاہئے تھی۔

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

ہم اپنے اندر بھی تو جھانک کر دیکھیں کہ ہمارے دل کی حالت کیا بنی ہوئی ہے۔ یہ ہمارے گناہ ہیں جن کی وجہ سے ظلمتیں ہوتی ہیں، دلوں کے اندر سختی آجاتی ہے۔

اپنی سیرت کو خوبصورت بنائیے:

آج کی عورتیں جتنا وقت روزانہ اپنے ظاہری جسم کو خوبصورت بنانے کے لئے صرف کرتی ہیں کاش! کہ اس سے آدھا وقت اپنے باطن کو خوب سیرت بنانے کے لئے صرف کر دیتیں تو میرے اندازے میں جہنم سے بچ کر جنت کی مستحق بن جاتیں۔ اپنے ظاہر کو خوبصورت بنانے کے لئے ہر وقت سوچتی پھر رہی ہوتی ہیں مگر اپنے باطن کی شکل کیا ہے؟ جس کو پروردگار دیکھتا ہے اس کی طرف غور نہیں ہوتا۔

وہ سراپا جس پر بندوں کی نظریں پڑتی ہیں میری بہن! تو اسے اتنا سنوارتی پھرتی ہے جب کہ تیرے دل پر تیرے رب کی نگاہیں پڑتی ہیں تجھے اس کے سنوارنے کی پروا نہیں۔ جس گھر کے اندر تیرے دنیا کے مہمان آتے ہیں تو نے اس کو نگینے کی طرح چمکا کے رکھا اور تیرے دل میں تیرا پروردگار مہمان بن کے آتا ہے اور تجھے اس گھر کی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہاں خواہشات ہوتی ہیں، شہوات ہوتی ہیں، وہاں نجاست کی بدبو ہوتی ہے اور ہمیں پروا نہیں ہوتی کہ ہمارے دل کی کیا حالت بن گئی۔ لہذا اپنے سراپا کو ضرور خوبصورت بنائیے مگر اس سے بھی زیادہ اپنی سیرت کو خوبصورت بنائیے۔ اللہ

کی نظر انسان کی سیرت پر ہوتی ہے۔

میری بہن! میری باتیں ذرا دل کی توجہ سے سن لینا۔ یاد رکھنا کہ قد بغیر اونچی ہیل کے بھی بڑا نظر آ سکتا ہے اگر انسان کی اپنی شخصیت میں بلندی ہو، انسان کی آنکھیں بغیر سرمے کے بھی خوبصورت لگ سکتی ہیں اگر ان آنکھوں میں حیا ہو، انسان کی پلکیں بغیر مسکارے کے بھی دلفریب بن سکتی ہیں اگر وہ پلکیں شرم سے جھکی ہوئی ہوں، انسان کی پیشانی بغیر بندیا کے بھی خوبصورت لگتی ہے اگر اس پر سجدوں کے نشان ہوں۔ تو کیوں نہ تو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے، رب کے محبوب ﷺ کی سنتوں پر عمل کر لے، اللہ رب العزت تجھے لوگوں میں محبوبیت عطا فرما دیں گے، لوگ تیرے سامنے بچھتے پھریں گے، تجھے دنیا میں بھی عزت اور آخرت میں بھی عزت ملے گی۔ رب کریم ہمیں عزتوں بھری زندگی نصیب فرما دے۔ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما کر ہمیں اپنے پسندیدہ بندوں میں شامل فرما دے۔ (آمین ثم آمین)

و اخر دعونا ان الحمدلله رب العلمین .

♣♣♣♣♣